



عوامی آگہی پروگرام

الف اقلیت سے ع عقلیت تک: لفظ اور معنی کا سفر از: پیٹر جیکب

کچھ عرصہ سے یہ سوال اٹھایا جا رہا ہے کہ پاکستان میں بسنے والے ہندو مسیحی، سکھ، پارسی، بدھ مت اور تعداد میں کم دیگر برادریوں کے لئے "اقلیت" کی اصطلاح کا استعمال موزوں ہے یا نہیں کیونکہ کبھی کوئی سیاست دان بیان دیتا ہے کہ جمہوریت میں اقلیت اکثریت نہیں ہوتی تو کبھی کسی کو یہ الجھن کہ لفظ اقلیت ابھی تک آئین اور لغت کا حصہ کیوں ہے۔

بجا کہ جمہوری نظام میں شہریوں کا درجہ ایک جیسا اور برابر ہونا چاہیے اور یہ بھی تسلیم کہ لفظ اقلیت کی مخالفت کرنے والے احباب کا مقصد مساوی حقوق کی منزل کا حصول ہوگا۔ آئیے دیکھتے ہیں کہ علمی اور عملی اعتبار سے کیا بہتر ہے۔ دلیل کا وزن کس پلڑے میں ہے اور حقائق کیا کہتے ہیں؟ تاکہ معلوم کریں کہ کیا واقعی لفظ اقلیت غیر مناسب اور اس کو استعمال کرنے سے جمہوریت کا تصور مجروح ہوتا ہے؟

اردو اور پاکستان کی دیگر زبانوں میں استعمال کردہ لفظ اقلیت عربی زبان سے وارد ہوا جس سے مراد قلیل یا کم ہوتا ہے۔ اس کا متبادل انگریزی لفظ مائنورٹی (Minority) بھی محدود کم سن اور کم تعداد کے معنی بیان کرتا ہے۔ مثلاً ایک کمرے میں اگر دس افراد بیٹھے ہوں جن میں سے چار نے سر پر ٹوپی پہن رکھی ہو، تین اردو بولنے والے ہوں اور دو ذیابیطس کنٹرول کرنے کی دوا استعمال کرتے ہوں تو یہ سب ایک یا دوسرے اعتبار سے اقلیت ہیں۔ ان کے اقلیت شمار ہونے سے بحیثیت انسان ان کی قدر و قیمت میں کمی یا اضافہ نہیں ہوتا لیکن ان کی ضروریات کے تعین میں آسانی ہو سکتی ہے۔ دنیا بھر میں، ہر روز ایسے اشاریوں کی مدد سے سینکڑوں سروے، جائزے اور اعداد و شمار اکٹھے کئے جاتے ہیں جن سے معاشی و معاشرتی تخمینے لگائے اور منصوبے بنائے جاتے ہیں۔

قیام پاکستان کی بنیاد بننے والی 1940 کی قرارداد لاہور اقلیتوں کی غیر مشروط، موثر، نتیجہ خیز نمائندگی اور حقوق پر زور دیتی ہے۔ یہ الگ بات کہ بعد ازاں قرارداد مقاصد تو قرارداد لاہور کے مقصد سے انحراف کرتی دکھائی دیتی ہے۔ آئین پاکستان کے آرٹیکل 260 پر یہ اعتراض بھی بجا کہ ریاست یا قانون کو شہریوں کے مذہب کا تعین نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ چناؤ ہر فرد کا انفرادی حق ہے لیکن اس چناؤ کے بعد شہریوں میں مساوی حیثیت قائم کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے۔ جس کا اشارہ آئین کے آرٹیکل 36 میں ملتا ہے جو اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ سے تعلق رکھتی ہے۔

1992 میں اقوام متحدہ نے قومیت، زبان، نسل اور مذہب کی بنیاد پر دنیا بھر میں پائی جانے والی اقلیتوں کے حقوق پر ایک ڈیکلیریشن پاس کیا۔ 1999 سے 2006 تک اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کمیشن کے ساتھ ایک ذیلی کمیشن کام کرتا رہا۔ جس کا کام دنیا بھر کی اقلیتوں کے ضمن میں اصول و ضوابط کے ذریعے حقوق کا موثر نفاذ تھا۔ اقلیتوں کے مسائل پر اقوام متحدہ کے خصوصی مبصر کا تقرر بھی ہو چکا ہے۔ مندرجہ بالا اقدامات سے پتہ چلتا ہے کہ مذہب یا دیگر شناختوں کی بنیاد پر ایسے شہری یا افراد جو تعداد میں کم ہیں۔ ان کے حقوق کے تحفظ کی ضرورت نہ صرف پاکستان بلکہ دیگر ممالک میں بھی محسوس کی جاتی ہے۔

لہذا ملکی اور بین الاقوامی قوانین میں اقلیت کی اصطلاح عام استعمال ہو رہی ہے۔ اور کیسے نہ ہوتی کیونکہ دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں جہاں پر انسانی معاشرت یکسانیت کا نقشہ پیش کرتی ہو بلکہ دنیا میں مختلف زبانیں بولنے والے مختلف مذاہب اور نسلوں کی رنگارنگی ہی تو انسانی تہذیب اور بین الاقوامی تمدن کا حسن ہے۔ اسی لئے دنیا کے بیشتر ممالک کے قوانین اور سیاسی بندوبست میں اقلیتوں کو قومی دھارے میں شامل کرنے یعنی ان کے سیاسی، سماجی، معاشی اور ثقافتی حقوق کے تحفظ کے لئے خصوصی اقدامات کئے جاتے ہیں جن میں اعداد و شمار جمع کرنے سے لے کر، زندگی کے تمام شعبوں میں اقلیتوں کی موثر نمائندگی کے لئے قوانین، ضابطے اور نظام وضع کرنا شامل ہیں۔

اقلیتوں کے وجود کو تسلیم کرنے کا تو مقصد ہی یہ ہے کہ وہ اپنی مذہبی یا دیگر شناختوں کی بناء پر کسی محرومی یا احساس کمتری کا شکار نہ ہوں بلکہ تعداد میں کم ہونے کی وجہ سے اگر ان کے ساتھ کسی قسم کی نا انصافی ہو رہی ہے تو اس کا تدارک کیا جاسکے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ اکہری singulat شناخت پر اصرار ہی تو جمہوریت اور جمہوری اقدار کی نفی ہے۔ جبکہ کسی انسان کا کثیرالشناخت ہونا فطری اور نارٹل ہے۔

فرد ایک وقت میں کسی ملک کا شہری، مذہب کا پیروکار اور کسی خاص میوزک کا رسیا ہو سکتا ہے۔ اس کا ان تمام شناختوں کے اعتبار سے منفرد ہونا سماج کے لئے قابل قبول ہونا چاہیئے ورنہ عدم قبولیت ایک عدم برداشت کی شکل بن جائے گی۔ مندرجہ بالا بحث سے ثابت ہوا کہ لفظ اقلیت سماج یا آئین میں کسی نابرابری کا محرک تو شاید بالکل نہیں لیکن سماج میں پائے جانے والی عدم مساوات کا مثبت اقرار ضرور ہے۔

مذہب عقیدہ اور دیگر کسی بنیاد پر انسانوں میں تعصب، امتیاز، نفرت کے جذبات اور بیگانگی منفی چیزیں ہیں۔ ہر وہ روئے، قانون اور رواج جو کسی بھی بہانے انسانوں میں اونچ نیچ کو رو کر رکھے اُس کا علاج ضروری ہے یہ کام عددی حقائق کو فراموش کرنا اور تنوع سے انکار کے ذریعے ممکن نہیں ہے۔

پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کے ضمن میں بہتر تو یہ ہے کہ ان کی پاکستانی شناخت کے ساتھ ساتھ ان کی مذہبی شناختوں یعنی ہندو، مسیحی، سکھ وغیرہ کو من جملہ لکھا پڑھا اور سمجھا جائے۔

لیکن بادی النظر میں انہیں مذہبی اقلیتیں کہنا نامناسب نہیں۔ اقلیتوں کے وجود سے انکار کی بجائے ان کی مذہبی، لسانی، نسلی اور قومی شناختوں کو تسلیم کر کے حقوق کی مساوات اور حقوق کے تحفظ و نفاذ کا کام بہتر طور پر کیا جاسکتا ہے۔

خیال امر وہی نے کہا تھا۔

اے دوست ذرا اور قریب رگ جاں ہو

کیا جانے کہاں تک شب ہجراں کا دھواں ہو

شاید یہ مری آنکھ سے ٹپکا ہوا آنسو

احباب کی کھوئی ہوئی منزل کا نشان ہو

ادارہ برائے سماجی انصاف کے اس پیغام کو اپنے دوستوں سے share کیجئے اور آپ اپنی رائے کا اظہار اس ای میل پر کر سکتے ہیں pj@csjpak.org



Centre for Social Justice